ماہانہ مجلسِ دین ودانش

تخلیقِ کائنات کا مقصد

معلّماتِ قرآن سے تربیتی خطاب

دخترانِ اسلام اور
پروفیسر محمد عظیم فاروقی
ریکارڈر و محررہ
مس نبیلہ فاروقی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ.

صدق اللّٰہ مولانا العظیم. و صدق رسوله النبی الکریم ﷺ.

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ. وَيَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ.

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ. يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ.

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ط

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللّٰہ.

حمد وصلوٰہ کے بعد میری انتہائی قابلِ قدر، معزز ومحترم، دخترانِ اسلام، خواتینِ اسلام، ماؤں، بہنو، بیٹیو!

آج کی یہ ہماری ماہانہ مجلس دین ودانش جس میں ختماتِ خواجگان، حلقۂ ذکر وفکر، شجرہ طیبہ، درسِ قرآن وحدیث وتصوف اور اجتماعی دعا میں مجھے اور آپ کواللہ کی توفیق سے حاضری کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔ الحمدللّٰہ علٰی ذالک.

آیت کے معنی ومفہوم

کلامِ مقدس کی مشہور ومعروف آیت مبارکہ کے حوالے سے چند معروضات عرض کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ رب العالمین نے اس آیت مبارکہ میں انسانوں اور جنوں کی تخلیق کے مقصد کو بیان فرمایا ہے۔ فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ اور نہیں پیدا کیا میں نے، الْجِنَّ جنوں کو، وَالْاِنْسَ اور انسانوں کو، اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

''اور ہم نے انسانوں اور جنوں کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت کچھ تو کر غافل ٹھکانہ گور ہے تیرا
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ کی عبادت ہے۔

فرمانِ رسالتؐ

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جنتیوں اور دوزخیوں کو صرف ایک چیز کا غم، دکھ اور پریشانی بہت زیادہ ستائے گی، بے قرار اور بے چین کرے گی کہ انہوں نے اپنا بہت سا قیمتی وقت جو اُن کے کنٹرول میں تھا، اُس کو لہو ولعب میں ضائع کر دیا، کھیل کود میں، کھیل تماشوں میں، لغویات میں، فضولیات میں، واہیات میں، بیکار، بے مقصد، لغو مشاغل اور فضول کاموں کے اندر، کھیلوں میلوں میں ضائع کر دیا۔

کاش وہ......!

کاش وہ وقت جو اللہ نے اُن کو عطا کیا تھا، بچپن میں عطا کیا، جوانی میں عطا کیا، بڑھاپے میں عطا کیا، صحت میں عطا کیا، بیماری میں عطا کیا، سفر میں، حضر میں اُن کو جو وقت دیا گیا اور جو انہوں نے ضائع کر دیا۔

کاش وہ وقت واپس آ جائے، وہ جو انہوں نے ٹی وی بازی میں، سینما گردی، فضول قسم کی تقریبات اور رسموں میں ضائع کر دیا۔ کاش وہ وقت واپس آ جائے، جس میں وہ اللہ کی عبادت کریں، تلاوت کریں، نمازیں پڑھیں، خدا (اللہ) کے حقوق کی بجا آوری کریں، اور وہ وقت جو ہے اُن کا عبادت میں لکھ دیا جائے۔

لیکن......!

جو بول زبانوں نکل گیا

نہ تو جنتیوں کو دنیا میں واپس بھیجا جائے گا، اور نہ دوزخیوں کو واپس بھیجا جائے گا کہ اپنے اُس نقصان کی تلافی کر سکیں۔

وہ گزرا ہوا وقت جو ہے وہ واپس نہیں آئے گا۔

Time and tide wait for none.

جو وقت بیت جاتا ہے، جو ہاتھ سے نکل جاتا ہے،

Time has wings and flies away.

وہ (وقت) کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔

جو بول زبانوں نکل گیا
او تیر کمانوں نکل گیا

اب پچھتاوے کیا ہوت...... جب!

تو اس وقت کا پچھتاوا اور اس وقت کا بے چین اور بے قرار ہونا کوئی فائدہ نہیں دے سکے گا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں گر مان گیا
(اعلیٰ حضرتؒ)

اُس وقت کا مان جانا، اُس وقت کا پچھتاوا (Repentence) وہ انسان کے لیے کارگر نہ ہوگا۔

انسان جیسا بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا، He who seeks finds۔ جو جو کچھ تلاش کرتا ہے وہ اس کو مل جاتا ہے۔ As you sow so shall you reap۔ کہ انسان جیسا بوتا ہے ویسا کاٹ لیتا ہے۔

اَلدُّنیا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ. (الحدیث)

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

مقصد کی پہچان

دخترانِ اسلام!

ہم نے اپنے مقصدِ تخلیق کو پہچاننا ہے۔ ہم نے اپنے تخلیق کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔

جو شے کسی مقصد کے لیے بنائی جائے، اگر اس مقصد کو پورا نہ کرے تو اُس چیز کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے، کوڑے اور کچرے کے ڈھیر میں ڈال دیا جاتا ہے۔

اُس کو کباڑیوں کو دے دیتے ہیں، چھان بورے میں دے دیتے ہیں کہ یہ چیز بیکار ہے۔ گھڑی ٹائم بتاتی ہے، اگر خراب ہو جائے، ٹائم نہ بتائے تو کوئی اسے ہاتھ میں نہیں رکھتا، کلائی پہ نہیں باندھتا۔ کنگھی سر میں پھیرنے کے لیے بالوں کو سنوارنے کے لیے ہے، اس کے دندانے ٹوٹ جائیں، خراب ہو جائیں تو کوئی اسے سنبھال کر نہیں رکھتا۔

جوتا اگر ٹوٹ جائے، وہ گرمی سردی سے نہ بچائے تو کوئی اُس کو سنبھال کر نہیں رکھتا۔ اگر روڑے کانٹوں سے نہ بچائے تو اس کو بیکار کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس...

دنیا کی جو شے جس مقصد کے بنائی جائے وہ پورا نہ کرے تو بیکار ہے۔

تخلیق انسان

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ جو اپنے اس تخلیق کے مقصد کو پورا نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ انہیں بیکار سمجھ کے جہنم میں جھونک دے گا، پھینک دے گا۔

تو ہم نے اپنے تخلیق کے مقصد کو پانا ہے اور وہ کیا ہے؟ اللہ کی عبادت، وظیفۂ بندگی بجالانا۔ اور بندے کے لیے اس سے بڑا اعزاز کوئی نہیں ہے کہ وہ عبادت کرے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں، دنیا میں آئے ہیں، پڑھیں، نوکری کریں، بیاہ شادی کریں، بال بچے ہوں، ان کی شادی کریں، مر کھپ جائیں، قبروں میں جائیں، یہ کوئی مقصد زندگی نہیں ہے۔

یہ کام تو سکھ بھی کر رہے ہیں، ہندو بھی کر رہے ہیں، یہودی بھی کر رہے ہیں، غیر مسلم بھی کر رہے ہیں۔ کھوتے بھی کر رہے ہیں، کتے بھی کر رہے ہیں، جانور بھی کر رہے ہیں، کیڑے مکوڑے بھی کر رہے ہیں، مرغیاں، مرغے بھی کر رہے ہیں۔ ہر مخلوق اس کام میں مصروف ہے لیکن انسان کی تخلیق کا مقصد جو ہے وہ اللہ کی عبادت ہے۔

اکبر الہ آبادی نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ:

بابو صاحب اس دنیا میں کیا کار نمایاں کر گئے
B . A کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

یہ کام تو سکھ نے بھی کر لیا، ہندو نے بھی کر لیا، یہودی نے بھی کر لیا......

مسلمان نے بھی کیا یہی کام کرنا ہے؟ نہیں نہیں......

میری زندگی کا مقصد (آقاؐ) تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جائیں
گر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جائیں

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

اصل مقصد......

یہ مقصد ہے میری اور آپ کی زندگی کا تو باقی کام خود ہوتے رہیں گے۔ جو دنیا میں آیا ہے وہ جوان بھی ہوگا، جو دنیا میں آیا ہے وہ روٹی بھی کھائے گا، بیاہ شادی بھی ہوگی، بال بچے بھی ہوں گے، ساری ذمہ داریاں ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی، لیکن وہ ذمہ داریاں ادا کس طرح کی جائیں؟ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیق کا مقصد جو عبادت ہے، اس کو concentrate کیا جائے۔ اس کو بنیاد بنایا جائے۔ وہ اصل مقصد اگر سارے گھر کے کام کر لیے اور نماز نہیں پڑھی تو بیکار ہو گئے سارے کام۔ سارے کام دنیاداری میں چلے گئے۔ اگر کسی نے دنیاداری کے بہت سارے کام کر لیے مگر نماز ادا نہیں کی، قرآن کی تلاوت کی سعادت اس کو نہیں ملی، اور روزہ رکھنے کی توفیق نہیں ملی، زکوۃ دینے کی توفیق نہیں ملی۔ حج وعمرہ کے فرائض اس نے ادا نہیں کیے۔ اور دیگر جو فرائض کی ادائیگی کا حکم اللہ اور اس کے رسولؐ نے فرمایا تھا، اُن کی بجا آوری نہیں ہوئی تو اُس میں اور سکھ میں کوئی فرق نہیں۔

خودی کا رازداں

مسلمان کی زندگی اور غیر مسلم کی زندگی میں یہی بنیادی فرق ہے۔ مسلمان ہر کام کرتا ہے، وہ کھانا بھی کھاتا ہے تو اللہ اور اس کے نبیؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق۔ وہ پانی بھی پیتا ہے تو سنت طریقے کے مطابق۔ وہ بیوی بچوں کے حقوق بھی ادا کرتا ہے تو اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق اور سنت طریقے کے مطابق۔

وہ کپڑے بھی پہنتا ہے تو سنت رسولؐ کے مطابق۔ وہ بڑوں کی عزت کرتا ہے، وہ چھوٹوں پر شفقت کرتا ہے، وہ رزقِ حلال کماتا ہے، وہ دین و دنیا کے جتنے کام کرتا ہے وہ اپنی خواہش کے لیے نہیں کرتا بلکہ اللہ اور اُس کے نبیؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے تو اُس کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت ہو جاتا ہے۔

یہ مقصد بندگی ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد ہے کہ اس کی پیدائش سے لے کر موت تک ہر کام اس طریقے پر کرے کہ جس طرح اللہ اور اس کے سوہنے نبیؐ نے حکم دیا ہے۔

رازِ کن فکاں

پانی پینا ہے تو سنت طریقے سے۔ جوتا پہنے، سنت طریقے سے۔ لباس پہنے، سنت کے مطابق۔ دفتر میں جائے، سنت طریقے سے۔ وہ رات کو آرام کرے، سنت طریقے سے۔ نماز پڑھے، سنت طریقہ سے۔ رزقِ حلال کمائے، سنت طریقہ سے۔ رشتہ داروں سے ملے، ہمسایوں کے حقوق ادا کرے، عام انسانوں کے حقوق ادا کرے، اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کرے، ہر کام جس طرح اللہ اور اس کے نبیؐ نے حکم دیا ہے۔

جب انسان کی زندگی اللہ اور اس کے سوہنے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکامات کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے، اُس وقت کہا جاتا ہے کہ ہاں! اس بندے نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا، پورا کر لیا ہے۔

تو رازِ کن فکاں ہے
اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا
خدا کا ترجماں ہو جا

قرآن کو اللہ نے کس لیے بھیجا؟ کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو حاصل کر سکیں۔ شریعت کا مقصد ہی یہی ہے کہ ہم وظیفۂ بندگی بجا لا سکیں۔

وجۂ خلافتِ انساں

اللہ تعالیٰ نے جو حضرت انساں کو اپنی خلافت و نیابت کا درجہ عطا کیا وہ اسی بناء پر کہ یہ وہ میری خوش بخت مخلوق ہے جو اپنا ہر کام میرے حکم کے مطابق

ادا کرتا ہے، یا کرے۔

مقامِ بندگی

دخترانِ اسلام! یہاں جو قابلِ غور باتیں ہیں، میں اُس طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں، کیونکہ ہم صاحبِ نسبت بھی ہیں اور صاحبِ ذکر بھی ہیں۔ تو اس حوالے سے ہمیں یہ بات بھی سمجھنا بہت ضروری ہے کہ طریقت کا مقصد، تصوف کا مقصد، ذکر کا مقصد، تسبیحات کا مقصد یہ ہے کہ ہم مقامِ بندگی حاصل کرسکیں۔

شاہِ نقشبندؒ کا قول

حضرت شاہِ نقشبند بہاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سرکارؒ! یہ تصوف کیا ہے؟ شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

اللہ اکبر!

آپؒ نے فرمایا کہ جو چیزیں ہمیں اجمال کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں، تصوف ہمیں تفصیل کے ساتھ ادا کرنے کا شعور دیتا ہے۔ یعنی ہمارے اجمال کو تفسیر بنا دیتا ہے۔

اللہ اکبر!

شریعت ہمیں کہتی ہے کہ تم نماز پڑھو۔ تو جب وہ نماز پڑھتا ہے تو طریقت ہمیں کہتی ہے کہ اس طرح نماز پڑھو۔

اَنْ تَعْبُدُ رَبُّکَ کَاَنَّ تَرَاہُ.

کہ تم اس طرح نماز پڑھو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

اس طرح درود شریف پڑھو کہ گویا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ رہے ہو۔

جب تم کسی مزار پر فاتحہ کے لے جاؤ تو ہاتھ اٹھاؤ تو تمہارے سر کی آنکھیں ظاہری قبر کو دیکھیں، دل کی آنکھیں قبر والے کو دیکھیں۔

جب تم کوئی کام اللہ کی رضا کے لیے کرو تو تمہیں اپنا کام کرتے ہوئے عرش تک اللہ کی رضا کا نور آتا ہوا نظر آئے، یعنی جو شریعت ہے۔ جو تصوف، طریقت ہے، جو فقر ہے، یہ شریعت سے ہٹ کے کوئی شے نہیں بلکہ شریعت پہ عمل اور مقامِ بندگی حاصل کرنے میں ہماری مدد کرنے والا ہے۔

طریقت وتصوف کا مقصد

اب یہاں آ کے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اور انہیں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر وفکر کا مقصد، پیری مریدی کا مقصد اچھی خوابیں دیکھنا ہے۔ جس کو زیادہ اچھی خوابیں آئیں، سمجھتا ہے وہ زیادہ پہنچا ہوا ہے۔ اچھی خوابیں مقصد نہیں ہیں۔

بعض سمجھتے ہیں کہ جس کا دل اور قلب جاری ہو جائے اور جب وہ ذکر کرے تو سارا جسم ذکر کرنا شروع کردے تو یہ مقصد ہے۔

یہ مقصد بھی نہیں ہے۔ اچھی خوابیں مقصد نہیں، سارے جسم کا لُوں لُوں اللہ کا ذکر کرنے لگے، صرف یہ مقصد ہی نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ "انسان کے لیے شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔"

عبادت کرنا آسان ہو جائے، اللہ کے ہر حکم کی پیروی آسان ہو جائے، سہولت پیدا ہو جائے۔ اور وہ کام جو ہم بادلِ نخواستہ کرتے ہیں، خوشدلی سے کریں۔

یہاں بعض لوگوں کا یہ موقف بھی ہے کہ طریقت کا مقصد، تصوف کا مقصد، ذکر وفکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ اور اس کے نبی سے عشق پیدا ہو جائے۔ وہ عشق اور جو محبت ہے اس کو بنیاد بناتے ہیں اور اس پر بہت سارے شاعروں نے بہت سی باتیں بھی کیں کہ:

کہ ڈر دوزخ دا بدکاراں نوں
تے چاہ جنت نیکوکاراں نوں
جیہڑا قیدی تیریاں زلفاں دا
اوہ دوزخ جنت کی جانے

رابعہ بصریہؒ کا طریقہ

سیّدہ رابعہ بصریہؒ کو کسی نے دیکھا کہ وہ دوڑتی ہوئی جا رہی ہیں۔ ایک ہاتھ میں لوٹا پکڑا ہوا ہے پانی سے بھرا ہوا اور دوسرے ہاتھ میں آگ کے انگارے لیے ہوئے ہیں۔ کسی نے پوچھا، اماں جی! کہاں جا رہی ہیں؟ کہا کہ میں اس پانی سے دوزخ کو بجھانے جا رہی ہوں، اور اس آگ کے انگاروں سے جنت کو جلانے ساڑنے جا رہی ہوں۔ تاکہ کوئی دوزخ کے ڈر سے اور جنت کے شوق میں عبادت نہ کرے، بلکہ اللہ کی رضا کے لیے کرے۔

یہ ایک ذریعہ ہے

دخترانِ اسلام! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تصوف اور عبادت سے مقصد جو ہے وہ صرف عشق ہی نہیں کہ اللہ اور اس کے نبیؐ کا عشق پیدا ہو جائے اور انسان کو رِقتِ قلبی نصیب ہو جائے، ہر وقت اس کا دل گداز رہے، یہ مقصد نہیں۔

''یہ تو مقصد تک جانے کا ایک ذریعہ ہے۔'' یہ تو ایک راستے کی stage ہے، اللہ نبیؐ سے محبت۔ اللہ اکبر!

کیونکہ جب انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے، پیار ہو جاتا ہے تو اس کا ہر حکم ماننے کو دل آمادہ ہو جاتا ہے، عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، تو ذکر سے مقصود بھی یہ ہے کہ شریعت پہ عمل کرنا آسان ہو جائے۔

اور اللہ نبیؐ کی محبت اور رقتِ قلبی اور لطائف کے جاری چالو ہونے سے بھی یہی مقصد ہے کہ ہمیں مقامِ بندگی حاصل ہو جائے۔

بعض لوگ جو ہیں وہ عبادت کرتے ہیں، ذکر و فکر کرتے ہیں، بڑے بڑے دعوے بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑی باتیں بھی کیں۔ ہم یہ کر دیں گے، ہم وہ کر دیں گے۔

بعض اولیائے کرام، بزرگانِ دین جب وہ ذکر فکر کی راہ پر چلتے ہیں تو انہوں نے کئی ایسے دعوے بھی کیے ہیں۔ تو وہ جتنے دعوے ہیں اُن سب دعوؤں کو وہ کوئی کمال نہیں سمجھتے، وہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

بندے کے لیے دعویٰ کرنا کمال نہیں، بلکہ دعویٰ سے دستبردار ہو جانا کمال ہے۔ بندے کے لیے خدا بننا (نعوذ باللہ) کمال نہیں، اس کے لیے بندہ بننا کمال ہے۔

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

بندگی کیا ہے......؟

بندے کے لیے سب سے بلند رتبہ مقام کیا ہے؟ ''مقامِ بندگی''۔ بندگی یہ ہے کہ ''اللہ کے آگے جھک جانا''۔ اور کہنا کہ ''یا اللہ! میں کچھ بھی نہیں، تو سب کچھ ہے۔''

اس کے برعکس یہ کہنا کہ میں سب کچھ ہوں، میں ساڑ کے سوا کر دوں گا، میں تیرا حقہ پانی بند کر دوں گا، میں تیرا بال بچہ برباد کر دوں گا، میں تیرے کاروبار کو بند کر دوں گا، میں تمہیں یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا۔

یہ سب تو اللہ کی شان ہے، بندے کی شان کیا ہے......؟

بندے کی شان یہ ہے کہ اے اللہ! میں کچھ نہیں کر سکتا، تو ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ میری کیا اوقات ہے!

بندگی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے آگے انتہائی ذلت کے مقام میں چلے جانا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ''مکتوبات شریف'' میں واضح لکھا ہے کہ وہ درویش جنہوں نے دعوے کیے ہیں، جنہوں نے بڑے بڑے نعرے مارے ہیں، جنہوں نے اپنے بارے میں بڑے بڑے بلند و بالا مقامات کے دعوے کیے ہیں، وہ سب وہ سارے کے سارے ''سکر'' کی حالت میں کیے ہیں۔

کیونکہ بندے کے لیے دعویٰ کرنا، بڑا ہونے کی نشانی نہیں۔ بندے کے لیے یہ کہنا کہ میں ساڑ کر سوا کر دوں گا اور میں یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا، یہ بڑا ہونا نہیں۔ بلکہ بندے کے لیے بڑا ہونا یہ ہے کہ ''اے اللہ! میں کچھ بھی نہیں، تو سب کچھ ہے۔ اپنی نفی کر دینا۔'' اسی کو کہتے ہیں، فنا اور بقا۔

جب بندہ اپنی ہر خواہش، اپنی ہر مرضی کو اللہ کی مرضی کے اندر ختم کر دیتا ہے تو اس کو مقامِ فنا کہتے ہیں۔

اور جب وہ اللہ کی رضا کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، اس کو شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوش دلی سے اور بے تکلّفی سے عمل کرتا ہے تو اس کو بقا کہتے ہیں۔

فنا و بقا

یہ لفظی بحث نہیں بلکہ بندے کے ذاتی کردار کا نام ہے۔ گناہ چھوٹ گئے، یہ فنا ہے۔ نیکی کی توفیق مل گئی، یہ بقا ہے۔ اپنی ساری خواہشات ملیامیٹ ہو گئیں، اللہ کی خواہشات کے آگے یہ فنا ہے۔

اور اللہ اور اس کے نبیؐ کی خواہشات کے حکم پر مکمل طور پر اس پر عمل کرنے کی توفیق ملی یہ بقا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ.

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول (نبیؐ) کے حکم کے آگے اپنا حکم نہ چلایا کرو، اپنی مرضی نہ چلایا کرو۔

خلاصۂ کلام

تو دخترانِ اسلام! ہماری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اللہ کی بندگی۔

اور بندگی میں کیا چیزیں ہیں، آپ ماشاءاللہ سب پڑھی لکھی ہیں، نمازیں ہیں پانچ وقت، روزے ہیں، حج ہیں، زکوٰتیں ہیں اور جہاد ہے، جس میں انسانی خواہشات کے خلاف ماں باپ کے حقوق ادا کرنا ہیں۔ میاں بیوی کے حقوق، اولاد، بال بچوں کے حقوق ہیں۔ رشتہ داروں کے، عزیزوں کے حقوق ہیں۔ رزقِ حلال کمانا ہے۔

یہ جو موٹی موٹی باتیں ہیں، یہی اصل شریعت ہیں اور یہی اصل طریقت ہے۔ امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین اجزا ہیں، تین حصے ہیں؛ علم، عمل اور اخلاص۔

پہلے انسان ان سب احکامات پر علم حاصل کرے اور پھر اس علم کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے۔ اور پھر اس عمل کے اندر خلوص پیدا کرے۔ اپنی خواہش اور مرضی کی نفی کر دے اور اللہ کی رضا کو اپنا مقصود بنا لے۔

اللہ رب العالمین ہمیں یہ باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین. بجاہِ نبی کریمؐ.

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ.

دنیا بھر میں ہر وقت گونجنے والی آواز

انتخاب از

حفیظ اللہ خاں

(کنٹرولر امتحانات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

دنیا بھر میں ہر وقت گونجنے والی آواز ''اذان'' کی آواز ہے۔ رپورٹ کے مطابق انڈونیشیا کے مشرق میں واقع جزائر سے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسولؐ کی رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر تک چلا جاتا ہے، ڈیڑھ گھنٹے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے، اور سماٹرا کے قصبوں اور دیہاتوں میں اذانیں شروع ہونے سے پہلے ہی ملایا کی مساجد میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور ایک گھنٹے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں ابھی اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ سے سری لنکا تک فجر کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی جا پہنچتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک ۴۰ منٹ ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذانیں پاکستان میں گونجتی رہتی ہیں۔ پاکستان میں یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصے میں اذانیں سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق تک گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد اور اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس وقت شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اسکندریہ سے ترابلس تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصے میں شمالی امریکہ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فجر کی اذان، جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے شروع ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے پہلے مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے میں بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے کہ مشرقی جزائر میں مغرب کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں ابھی سیلز سے سماٹرا تک ہی پہنچتی ہیں کہ اتنے میں انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں عشاء کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کرہ ارض پر ایک بھی سیکنڈ ایسا نہیں گزرتا کہ اذان کی آواز نہ گونج رہی ہو۔